''ریاض رضوان'' اور ''گلدستۂ جنان'' گلستان سعدی کی دو اُردو شرحوں کا تعارف اور تجزیاتی مطالعہ

ڈاکٹر محمد اقبال ثاقب، اسسٹنٹ پروفیسر شعبۂ فارسی، جی سی یونیورسٹی، لاہور

Abstract

In the writings of Sa'adi, 'Gulistan' is the most popular book. In the subcontinent this book is so famous that within very short period after its compilation, it became popular in this region and from the time of its compilation to the present times, it was not only being read by the common people, but it was also included in the syllabi at different levels of learning.

For this reason, along with other local languages, 'Gulistan' was translated into Urdu language and some commentaries of this book have also been written in this language. In this article two commentaries of 'Gulistan' namely "Riaz-e-Rizwan" and "Guldasta-e-Janan" have been introduced and critically analyzed.

ریاض رضوان

مولوی ابوالحسن نے ''ریاض رضوان'' شرح گلستان از مولوی ریاض علی بن قنبر علی بن سیّد محمد اشرف، کا فارسی زبان سے اُردو میں ۱۸۸۴ء میں ترجمہ کیا۔ یہ ترجمہ فروری ۱۸۸۶ء میں مطبع منشی نول کشور لکھنو میں شائع کیا گیا۔ ترجمہ کی یہ کتاب بغیر کسی مقدمہ شروع ہوئی ہے۔ کتاب کے آخر میں ''خاتمۃ الطبع'' کے عنوان سے سیّد جلال شاہ کی ایک تحریر شائع کی گئی ہے۔ یہ کتاب ۲۷۹ صفحات پر مشتمل ہے۔

مترجم کا اسلوب:

کتاب کے آخر میں مترجم نے ترجمہ کا اسلوب بیان کرتے ہوئے لکھا ہے' چونکہ یہ ترجمہ کم استعداد طالبعلموں کو مدنظر رکھ کر کیا گیا ہے' لہٰذا ترجمے کی زبان نہایت سادہ اور بے تکلف ہے اور کسی طرح کی عبارت آرائی نہیں کی گئی۔ اس کے علاوہ اس ترجمے میں عربی عبارات کا ترجمہ کرتے وقت نحوی ترکیب کو حذف کر دیا گیا ہے۔ مترجم نے اصلی متن میں کسی طرح کے تصرف

اور تبدیلی کو جائز نہیں گردانا۔ جہاں پر مترجم نے لازمی سمجھا کہ کوئی اضافی بات شامل کی جائے تو وہ بات اپنے نام کے ساتھ بریکٹ میں لکھی ہے۔[۱]

شرح کا اسلوب:

ابتدا میں گلستان کے متن کا ایک حصہ جلی خط میں لکھا گیا ہے اور پھر مؤلف نے منتخب الفاظ کی شرح بیان کی ہے۔ شارح سب سے پہلے تلفظ کو واضح کرنے کے لیے گلستان کے الفاظ کے اعراب کو واضح کرتا ہے اور پھر اُن کے معانی بیان کرتا ہے۔

بعض صورتوں میں شارح گلستان کے مشکل جملوں کو سادہ اور آسان لفظوں میں بیان کرتا ہے۔

تجزیاتی جائزہ:

مترجم نے یہ کتاب کم استعداد طالبعلموں کو مدنظر رکھ کر لکھی ہے' لہٰذا اپنے اس ہدف کو حاصل کرنے کے لیے مؤلف عربی عبارات اور اشعار کی وضاحت کرتے ہوئے گرامر کی پیچیدگیوں سے صرفِ نظر کرتے ہوئے عربی عبارات اور اشعار کا سادہ ترجمہ بیان کرتا ہے۔

مترجم' گلستان کے الفاظ کی توضیح بیان کرتے وقت صناعات ادبی کو بھی بیان کرتا ہے' مثال کے طور پر لفظ ''نفس'' کی وضاحت کرتے ہوئے مؤلف لکھتا ہے: ''یہاں پر مجازاً مراد ''لحظہ'' ہے یعنی قلیل زمانہ' اس کے مجاز کو ''مجازِ مرسل'' کہتے ہیں۔ مجاز مرسل سے مراد وہ لفظ ہے کہ جو اپنے اصلی معنی کی بجائے کسی دوسرے معنی میں استعمال ہو اور اصلی اور مجازی معنوں میں تشبیہ کا رشتہ موجود نہ ہو۔''[۲]

گلستان کے جن الفاظ کے معانی میں اہل علم کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے مؤلف اس اختلاف کو بیان کرنے کے بعد اپنا واضح مؤقف بیان کرتا ہے' مثال کے طور پر ''زمرد'' کے ذیل میں اس طرح بیان ہوا ہے:

''یہ سبز رنگ کا ایک قیمتی پتھر ہے۔ لیکن ایک گروہ ''زبرجد'' کو اُس کا مترادف قرار دیتا ہے جو درست نہیں ہے۔ زبرجد ایک دوسرا پتھر ہے۔''[۳]

ہر چند مترجم ترجمہ کرتے ہوئے اصل متن کے بہت قریب رہا ہے مگر جہاں پر اُس نے لازمی سمجھا وہاں پر بریکٹ میں اپنا وضاحتی بیان اپنے نام کے ساتھ درج کرتا ہے۔

خطی نسخے:

۱۔ ریاض رضوان کا ایک خطی نسخہ پشاور یونیورسٹی میں' زیر نمبر ۳۳۴ محفوظ ہے۔ خط نستعلیق' شکستہ آمیز' کاتب احسان الدین ولد شیخ علاء الدین' ساکن امرویہ پرگنہ جہان آباد' ۱۲ ہجری قمری' آغاز: منت خدای را... ریاض علی بن قنبر علی' صفحات کی تعداد: ۴۷۸۔[۴]

۲۔ نیشنل میوزیم کراچی' زیر نمبر ۴۴/ N.M.۱۹۵۷-۶۴۸ محفوظ ہے۔ خط نستعلیق' کاتب' رحیم بخش نے برائے امام الدین' ۱۳ ہجری قمری میں تحریر کیا' صفحات کی تعداد: ۲۹۲۔[۵]

گلدستۂ جنان

مولوی سیّد رزاق بخش نے ’’گلدستۂ جنان‘‘ کے نام سے گلستان سعدی کی اُردو زبان میں شرح تالیف کی ہے۔ یہ شرح دسمبر ۱۹۲۵ء بمطابق جمادی الاول ۱۳۴۴ھ ق میں مطبع منشی نولکشور کانپور میں زیورِ طباعت سے آراستہ ہوئی۔ کتاب کے آخر میں کنورلا ڈلی پرشاد کا قطعۂ تاریخ طباعت چھاپا گیا ہے جس کے مطابق یہ کتاب ۱۸۸۲ء بمطابق ۱۲۹۹ق چھاپی گئی ہے۔ احتمالاً یہ قطعۂ تاریخ پہلے ایڈیشن کی طباعت کے وقت کہا گیا ہے جو بعد کی طباعات میں بغیر کسی تبدیلی کے چھاپا گیا ہے۔

شارح‘ گلدستۂ جنان کا آغاز بغیر کسی مقدمے کے کرتا ہے اور کتاب کے آخر میں ’’خاتمۃ الطبع‘‘ کے عنوان کے تحت مذکورہ شرح کے اسلوب کے بارے میں عبارت آرائی کرتا ہے۔ یہ شرح ۷۰۹ صفحات پر مشتمل ہے۔

شرح کا اسلوب:

کتاب کا متن قدیم اسلوب کے مطابق شائع کیا گیا ہے جس میں تدوین کے مروجہ اصولوں کا خیال نہیں رکھا گیا۔ مؤلف سب سے پہلے گلستان کے متن کا ایک ٹکڑا بیان کرتا ہے اور اُس کے بعد گلستان کے الفاظ کے معانی بیان کر کے اُس ٹکڑے کی شرح اُردو میں بیان کرتا ہے اور گلستان کے جملات کا اُردو ترجمہ بھی بیان کرتا ہے۔

کتاب کے آغاز میں مؤلف زیرِ نظر متن کے ٹکڑے کے کم و بیش تمام الفاظ کی شرح بیان کرتا ہے۔ لیکن کتاب کے آخری حصہ میں صرف چند ایک منتخب الفاظ کی توضیح وتشریح بیان کی گئی ہے۔

شرح کی اہمیت:

شرح کا مفصل ہونا اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ کوئی اہم اور قابل ذکر نکتہ بیان کرنے سے رہ نہیں گیا۔ شارح نے الفاظ کے معانی بیان کرتے وقت مستند کتابوں سے استفادہ کیا ہے اور الفاظ وتراکیب کی تشریح گرامر کی رُو سے بھی بیان کی ہے، اس ضمن میں درج ذیل مثال ملاحظہ فرمائیں:

لفظ ’’مر‘‘ کی شرح کے ذیل میں مؤلف بارہ حروف ربط مثالوں کے ساتھ بیان کرتا ہے۔[۶]

اور اسی طرح جہاں پر لفظ ’’بشکر‘‘ (وبشکر اندرش مزید نعمت) کی شرح بیان کی گئی ہے، مؤلف اس طرح لکھتا ہے: ’’یہ پرانے مصنفوں کا طریقہ ہے کہ بای موحدہ ’’بشکر‘‘ لفظ ’’اندر‘‘ کے ساتھ زائد ہے... یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ’’ب‘‘ کی تمام اقسام بیان کی جائیں۔[۷]

اور اس کے بعد ’’ب‘‘ کی پچیس اقسام بیان کی گئی ہیں اور مثال کے طور پر مشہور شاعروں کے شعر تحریر کیے گئے ہیں۔

اس کے بعد ’’با‘‘ کے بارے میں اس طرح سے تشریح کی گئی ہے:

’’با‘‘ آٹھ معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔[۸]

اس کے بعد مؤلف حرف ’’با‘‘ کی مختلف اقسام شعری مثالوں کے ساتھ بیان کرتا ہے۔

مزید برآں‘ اس کتاب میں اشعار کی تشریح کا اسلوب بہت دلکش ہے۔ مثال کے طور پر درج ذیل شعر کی تشریح ملاحظہ فرمائیں:

از دست و زبان کہ برآید
کز عھدۂ شکرش بدر آید۹

''کہ برآید'' میں کاف کدامیہ ہے اور دوسرے مصرعہ میں ''کز عھدۂ شکرش'' کاف بیانیہ ہے اور کاف کی اکتیس اقسام ہیں۔۱۰

اور اس کے بعد ''کاف'' کی تمام اقسام شعری مثالوں کے ساتھ بیان کی گئی ہیں۔

رزاق بخش جب گلستان کے الفاظ کی تشریح بیان کرتا ہے تو اُن الفاظ کے مقابلے میں عربی اور ہندی الفاظ بھی بیان کرتا ہے، مثال کے طور پر ایک جگہ ''باران'' کے ذیل میں اس طرح بیان ہوا ہے: باران فارسی، ''مطر'' بہ فتحتین عربی و ''منہ'' (اوّل بالکسر و دوم و سوم ساکن) ہندی ہے۔۱۱

اس شرح میں شرح نگار جہاں پر ضروری سمجھتا ہے صناعات ادبی کو بھی زیر بحث لاتا ہے، مثال کے طور پر ایک جگہ پر صنعت تجنیس کے بارے میں اس طرح بیان ہوا ہے: ''نبات'' و ''بنات'' کے الفاظ میں صنعت تجنیس موجود ہے۔ اگر کلام میں دو الفاظ اِملا کے لحاظ سے ایک طرح کے ہوں تو اُن کو تجنیس کہتے ہیں۔۱۲

شرح میں بعض مقامات پر آیات قرآنی سے بھی استفادہ کیا گیا ہے، مثال کے طور پر لفظ ''منت'' کے ذیل میں درج ذیل آیت سے استفادہ کیا گیا:

۱۔ یَمنُون عَلَیکَ اَن اسلمُو اقُل لا تَمنو عَلی اِسلام کُم بِل اَللہ یُمن عَلیکُم اَن ھدٰلکُم لِلایمان (وہ تجھ پر احسان کرتے ہیں کہ اسلام لائے ہیں! کہہ دو: اسلام لانے سے مجھ پر احسان نہ دھرو بلکہ خدا تم پر احسان کرتا ہے کہ تمھیں ایمان کی طرف لانے میں رہنمائی کی ہے)۔ (۴۹/۱۷) ۱۳

۲۔ لَقَد مَنَ اللّٰہ عَلی المُوْمِنِینَ اَذبَعثِ فِیھم رَسُولاً مِن اَنفُسِھِم (یقیناً خدا نے مومنوں پر احسان کیا اور فضل کیا، اُس وقت کہ جب اُن کے درمیان ایک پیغمبر اُنہی کی جنس سے پیدا کیا)۔ (۳/۱۶۴) ۱۴

شارح نے گلستان کے متن کی درستی کے لیے بھی کوشش کی ہے، مثال کے طور پر ''وظیفہ روزی خواران'' کے ذیل میں بیان کرتا ہے: اکثر نسخوں میں صرف ''وظیفہ روزی'' آیا ہے کہ مؤلف اس کو قبول نہیں کرتا چونکہ ''وظیفہ اور روزی'' دونوں ہم معنی ہیں، اس لیے ''وظیفہ روزی خواران'' زیادہ بہتر ہے۔۱۵

رزاق بخش گلستان کے بعض شعروں کی تشریح میں اُردو اشعار بھی بیان کرتا ہے، مثال کے طور پر:

۱۔

از دست زبان کہ بر آید
کز عھدۂ شکرش بدر آید۱۶

اُردو شعر:

کب شکر حق ہو منہ سے ادا کس کی ہے مجال
تحریر میں بھی آ نہیں سکتا کہ ہے محال

۲۔

بندہ ھمان بہ کہ ز تقصیر خویش
عذر بہ درگاہ خدا آورد
ورنہ سزاوار خداوندیش
کس نتواند بہ جای آورد[۱۷]

اُردوشعر:

بندہ وہی خوب ہے کہ جو عجز سے
عذر عبادت کرے پیش خدا
ورنہ جو لایق ہے خداوندی کے
کس میں یہ قدرت ہے کہ لاوے بجا[۱۸]

شارح نے گلستان کے متن کی تشریح کرتے ہوئے بڑی اہم کتابوں کے حوالے دیئے ہیں جس سے اس شرح کی تحقیقی اہمیت میں بڑا اضافہ ہوگیا ہے۔

اس شرح کے دواور ایڈیشن بھی مطبع نول کشور لکھنؤ سے ۱۸۸۲اور ۱۸۹۹ میں چھپ چکے ہیں۔

اختتامیہ:

ادب کی دُنیا میں کسی انسانی تصنیف کو شاید ہی وہ پذیرائی ملی ہو جو گلستانِ سعدی کو نصیب ہوئی ہے۔ یوں تو دنیا کی ہر ایک قابل ذکر زبان میں اس کا ترجمہ ہو چکا ہے۔ مگر فارسی اور اُردو زبان کے باہمی تعلق کی کہانی دیگر زبانوں سے یکسر مختلف ہے۔ کسی خطے کی زبان نے کسی خارجی زبان کا اتنا اثر قبول نہیں کیا' جو اُردو نے فارسی زبان کا کیا ہے۔ فارسی اور اُردو کے ان روابط میں ''ریاض رضوان'' اور گلدستہ جنان'' جیسی تالیفات کا کردار نہایت اہم ہے۔ ایسی کتابوں کی مقبولیت نے فارسی زبان کو' باوجود ایک خارجی زبان ہونے کے' ہمارے خطے کی علمی' ادبی اور دینی زبان بنا دیا۔ اُردو زبان کی تشکیل میں فارسی کا عمل دخل اتنا زیادہ ہے کہ کوئی شخص اُس وقت تک مکمل طور اُردو پر دسترس کے قابل نہیں ہوسکتا جب تک وہ فارسی زبان کے بنیادی قواعد سے واقفیت نہ رکھتا ہو۔ اس قابلیت کے حصول کے لیے زیرِ نظر کتب کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔

حواشی:

۱۔ ابوالحسن' مولوی' ترجمہ ریاض رضوان' ص: ۲۷۷۔۲۷۸' مطبع منشی نول کشور، لکھنؤ، ۱۸۸۶ء
۲۔ ابوالحسن' ایضاً، ص: ۳
۳۔ ابوالحسن' ایضاً' ص: ۴
۴۔ منزوی' احمد' سعدی بر مبنای نسخہ ھای خطی پاکستان' ص: ۱۶۶' اسلام آباد، ۱۹۸۵ء

۵۔ منزوی، ایضاً، ص:۱۶۶
۶۔ رزاق بخش، سیّد، گلدستہ جنان، ص۳، مطبع منشی نول کشور کانپور، ۱۹۲۵ء
۷۔ رزاق بخش، ایضاً، ص:۴
۸۔ رزاق بخش، ایضاً، ص: ۵و۶
۹۔ سعدی، کلیات، بہ کوشش مظاہر مصفا، ص:۱، تہران، ۱۳۴۰شمسی
۱۰۔ رزاق بخش، ایضاً، ص: ۷۔۸
۱۱۔ رزاق بخش، ایضاً، ص:۱۳
۱۲۔ رزاق بخش، ایضاً، ص:۲۰
۱۳۔ رزاق بخش، ایضاً، ص:۲
۱۴۔ رزاق بخش، ایضاً، ص:۲
۱۵۔ رزاق بخش، ایضاً، ص:۱۴و۱۵
۱۶۔ سعدی، کلیات، ایضاً ص:۱
۱۷۔ سعدی، کلیات، ایضاً، ص:۱
۱۸۔ رزاق بخش، ایضاً، ص:۱۳

☆☆☆